Majallah Tahqiq
Research Journal of
the Faculty of Oriental Learning
Vol: 36, Sr.No.99, 2015, pp 45 - 54

مجلہ تحقیق
مجلہ کلیہ علوم شرقیہ
جلد ۳۶، اپریل۔جون ۲۰۱۵ء، شمارہ ۹۹

محمد جنید اکرم اور شاعری کا سچا شعری اظہار

پروفیسر ڈاکٹر نثار ترابی☆

Abstract:

The period of Punjabi- literature which started from first decade of "Eighties" and remains continuous up till present moment, there is a very brilliant literary figure, Muhammad Junaid Akram as a realistic poet who possesses mystical style and flavors like all other poets of Urdu and Punjabi languages. He is also proud of being grand maternal son of "Baba-e-Punjabi", Dr. Faqeer Muhammad Faqeer. His two volumes of Punjabi poetry and one volume of Urdu poetry have already been published. All of his productive creations show human pathetic plight along with realistic expression of truth. Muhammad Junaid Akram believes in special fore-sightedness in writing. He also wishes to get purification of mind and heart to follow mystical traditions of Punjabi- Mystical poets for disseveration and analysis of social and human trends so that we may view the reality of this mortal world. In this under-discussion article, this realistic- poet has focused poetical philosophy while tracing out modern Punjabi poetry and Punjabi- traditions for its renaissance.

Key Words: 21st Century Punjabi Poetry, Muhammad Junaid Akram, Poetic skill, Analysis.

پنجابی زبان و ادب کی تاریخ میں بیسویں صدی کا ایک معتبر اور بڑا حوالہ بابائے پنجابی ڈاکٹر فقیر محمد فقیر کی ادبی شخصیت ہے جن کی تخلیقی لگن کے باعث پنجابی زبان و ادب کا کلاسیکی سرمایہ تشکیل، ترتیب اور تدوین کے بعد ہم تک ایسے یادگار روپ میں پہنچا کہ ہم عالمی کلاسک کی آنکھوں

☆ شعبہ اُردو، گورنمنٹ کالج آف کامرس، راولپنڈی

میں آنکھیں، ڈال کر اپنے بزرگوں کے علمی ادبی سرمائے پر فخر کر سکتے ہیں۔ پنجابی تنقید کا شاہکار نمونہ اُن کی تنقیدی مضامین کی کتاب ''مہکدے پھل'' ہے جسے پنجابی تنقید نگاری میں ایک اہم مقام حاصل ہے۔ اُنھوں نے'' پنجابی زبان وادب کی تاریخ'' کے نام سے اُردو میں پنجابی زبان و ادب کی تاریخ رقم کی ہے۔ جس کی علمی حیثیت کو بہت احترام کی نگاہوں سے دیکھا جاتا ہے۔ اس طرح پنجابی زبان کے ''بابا'' اور جدید پنجابی غزل گو کی حیثیت سے ڈاکٹر فقیر محمد فقیر کی شاعری کو وہ اعتبار حاصل ہے جس پر ہماری بیسویں صدی کی پنجابی زبان اور غزل کا رُخ روشن ہمیشہ تابندہ رہے گا۔

پروفیسر محمد جنید اکرم متذکرہ نامور ادبی شخصیت کے ایسے سپوت ہیں جنھیں ایک طرف ڈاکٹر فقیر محمد فقیر کے نواسے ہونے کا مان حاصل ہے تو دوسری طرف ڈاکٹر فقیر کے ہمہ جہت علمی ادبی کارناموں کو اکنافِ عالم میں پھیلانے کی ادبی سرشاری بھی مقدر ہوئی ہے۔ پروفیسر محمد جنید اکرم اپنے کالج اور یونی ورسٹی کے دور طالب علمی میں شاعری کے باعث ادبی حلقوں میں متعارف ہو چکے تھے۔ اُن کی پنجابی نظموں، غزلوں، کافیوں اور رباعیوں پر مشتمل دو شعری مجموعے ''پتن چھناں دا'' (دوسرا ایڈیشن، مطبوعہ 2010) اور ''نہ سجناں گنڈھڑی پھول'' (مطبوعہ 2010ء) کے نام سے شائع ہوئے جنھیں ادبی سطح پر سراہا گیا۔ علاوہ ازیں ''میں بھول نہیں پایا'' (مطبوعہ 2011ء) کے نام سے اُن کا ایک اُردو شعری مجموعہ بھی اشاعت پذیر ہو چکا ہے جس میں انسانی دردمندی کی کیفیات فطری شعری اظہار کا وصف لئے ہوئے ہیں۔ یہ دل سے دل تک کے سفر کا بے ساختہ اور سچا شعری اظہار ہے اس مجموعے کا نام شاعر نے اپنے جس اُردو ماہیے کے دوسرے مصرعے سے انتخاب کیا ہے وہ کچھ اس طرح ہے۔

اِک بات پرانی کو
میں بھول نہیں پایا
تیری عشق کہانی کو

مذکورہ شعری مجموعے اور خود شاعر کی ذات کو حوالہ بناتے ہوئے ڈاکٹر اجمل نیازی لکھتے ہیں

> ''بھولنا اور یاد رکھنا دونوں تخلیقی کیفیتیں ہیں اور محمد جنید اکرم کا وجدان ان دونوں سے مالا مال ہے۔ وہی آدمی یاد رکھے جانے کے قابل باتوں کو نہیں بھولتا جو بھولنا جانتا ہے۔ بھول غلطی کو بھی کہتے ہیں اور وہ غلطی جو بھول جاتی ہے غلطی نہیں ہوتی۔ اس دور میں جب آدمی سب کچھ بھولتا جا رہا ہو کوئی شاعر اپنی اس عبارت کو آواز دیتا ہے'' میں بھول نہیں پایا'' تو یقیناً وہ ایک بڑا اور سچا آدمی ہے'' (۱)

اس سچے آدمی نے جو سچی شاعری کی ہے اس میں ربِ کائنات اور وجہ تخلیقِ کائنات،

حضرت محمد ﷺ سے عقیدت و محبت کا اظہار ایک والہانہ سرمستی میں ملتا ہے۔

خالق دِن تے رات دا کلا
اپنی ذات صفات چ کلا
اپنی ہر اک بات چ کلا
میرے مُرشد میرے اللہ
اللہ ھُو اللہ ھُو اللہ

میرا مان تران وی توں ایں
میری آن تے شان وی توں ایں
میری جند تے جان وی توں ایں
میرے مُرشد میرے اللہ
اللہ ھُو اللہ ھُو اللہ ھُو

نہ سجناں گنڈھڑی پھول (ص ۴۵)

حمدیہ عقیدت مندانہ کلام کے ساتھ ساتھ نعتیہ کلام کا رنگ بھی ملاحظہ ہو۔

تُسیں ہو شافع محشر تُسیں رحمت ہر عالم لئی
میریاں معاف کرواؤ سزاواں یا رسول اللہ ﷺ

نہ سجناں گنڈھڑی پھول (ص ۱۳۶)

جے اوس دربار دا دربان بن جاواں جنید اکرم
تے باقی عمر فیر عیداں مناواں یا رسول اللہ ﷺ

نہ سجناں گنڈھڑی پھول (ص ۱۳۷)

مجموعے میں شامل زیادہ تر نظمیں رومانی طرزِ احساس میں لپٹی ہوئی ملتی ہیں جن کا موضوعاتی دائرہ بھی ذاتی تعلق کو بنیاد بناتا ہے تقریباً ایک چوتھائی حصہ غزلوں پر مشتمل ہے جن میں بیان کی وہی بے ساختگی اور خیالات کا انوکھا پن ہے جو معاملاتِ محبت کا خاصہ ہیں۔ وہ گزشتہ آٹھ سال سے گُردے فیل ہو جانے کے عوض ہفتہ میں تین دفعہ ڈائیلائسز کے انتہائی تکلیف دہ مرحلہ سے گذر کر زندگی گذار رہے ہیں۔ اندریں حالات جسمانی عوارض کا مردانہ وار مقابلہ کرتے ہوئے اُنھوں نے اپنے شخصی رویے اور سوچ میں کہیں بھی قنوطیت پسندی کے عناصر ظاہر نہیں ہونے دیئے۔

اُنھوں نے زندگی کو جس طرح پہلے زندہ دلی سے قہقہہ وار اپنے لبوں پر سجائے رکھا بالکل اسی طرح آج بھی ایک سدا بہار شگفتگی ان کی من موہنی شخصیت کے جلو میں اپنے ہونے کا پتہ دیتی ہے۔ بلا شبہ محمد جنید اکرم زندگی کی مثبت قدروں پر یقین رکھنے والا اور زندگی کا روشن پہلو سوچنے والا ایک ایسا سخن وَر ہے جس کا دعاؤں پر یقین ہے جبھی تو اس کی تخلیقی گواہی اس کے کلام میں یوں موزوں ہوگئی ہے۔

موت کی گود میں پڑے تھے خموش
ہم کو زندہ کیا دعاؤں نے
میں بھول نہیں پایا (ص ۱۳۶)

اربابِ فکر ونظر ! مجھے زیرِ نظر مضمون میں سرِ دست چونکہ ان کی اُردو شاعری کی بجائے ان کے پنجابی کلام کو زیرِ بحث لانا ہے لہذا آیئے اُن کے پنجابی کلام سے فکر وخیال کے کچھ پھول چنتے ہیں۔ ذکر ہو رہا تھا دو پنجابی شعری مجموعوں کا۔ اُن پنجابی شعری مجموعوں میں شامل فکرِ جنید کی فکری اثر پذیری کو اُن کے اپنے بابا جی، ڈاکٹر فقیر محمد فقیر کی دین قرار دیتے ہوئے ممتاز شاعر، نقاد اور محقق غلام مصطفٰی بسمل بجا طور پر کہتے ہیں :

'' محمد جنید اکرم بابائے پنجابی ڈاکٹر فقیر محمد فقیر ہوراں دے نِرے دوہترے ای نہیں سگوں اوہناں دیاں چانن فکراں دے اجہے جیوندے جاگدے وارث وی نیں جہناں دے اُدھماں نوں دنیا نیوں کے سلام کر دی اے۔ اج جہڑا پنجابی زبان نال عشق دا دیوا اوہدے اندر بلیا ہویا اے اوہ ڈاکٹر فقیر محمد فقیر ہوراں دی دَین اے'' (۲)

اسی حقیقت کا اقرار عصرِ حاضر میں پنجابی زبان کے معروف اور معتبر شاعر و ادیب تنویر بخاری ان الفاظ میں کرتے ہیں :

'' محمد جنید اکرم ہوراں دی شاعری اُتے ڈاکٹر فقیر محمد فقیر ہوراں دا گوڑھا پرچھاواں اے۔ انج لگدا اے جویں ڈاکٹر ہوریں اوہدے اندر لکے بیٹھے نیں۔ اوہناں دی شاعری وچ مذہب، تصوف، سیاست، تاریخ تے فلسفے دا رنگ جھلکاں ماردا وکھائی دیندا اے'' (۳)

بابائے پنجابی کے شعری مجموعے '' پاٹے گلمے ، دیوے تھلے، موآتے اور '' صدائے فقیر ____ جہاں تاریخ ،تصوف مذہب، سیاست اور وطنیت کے بھر پور شعری اظہار کے جیتے جاگتے نمونے ہیں۔ فِکر وخیال کی اِسی روشنی کا فیضان بابائے پنجابی کے اسی سخن وَرنواسے اور ہمارے ہمدم دیرینہ پروفیسر محمد جنید اکرم کی شاعری کے باطن میں رچ بس گیا ہے۔ ان کے پیش کردہ شعری مجموعوں

میں ملی و قومی درد مندانی کیفیت اور قوم کو بیدار کرنے کی ایک مسلسل تمنا ملتی ہے۔ پنجاب کی تہذیب و ثقافت کلامِ جنید میں ایک نمایاں شعری رویے کے طور پر ہمارے سامنے آتی ہے۔ محمد جنید اکرم کی شاعری میں ایک انسان دوست شاعر کی حسی کیفیات، آہنگ کی واضح بلندی کے ساتھ یوں سنائی دیتی ہیں کہ اس میں ہمیں عصری زندگی قریب کھڑی نظر آتی ہے۔ ایک ایسی عصری زندگی جس میں سارے رنگ بولتے ہیں۔ اِن رنگوں میں دھرتی ماں اور ماں بولی سے پیار کا رنگ شاعر کے شعری گلستاں میں لہراتا اور اپنی چھب دکھاتا ہم سے ہم کلام ہوتا ہے تو سادہ لفظوں میں شاعرانہ احساس کی بیانیہ صاف سنائی دیتی ہے۔

دُنیا جان گئی ایہہ بھیت
سونے ورگے ایہدے کھیت
ساون اَسو، کتے، چیت
ہر موسم دی وکھری شان
سب توں سوہنا پاکستان
سب توں پیارا پاکستان

نہ سجناں گنڈھڑی پھول (ص ۴۹)

ایک نظم بعنوان ''دھرتی ماں نوں'' کے چند شعر ملاحظہ فرمائیں:

چار چوفیرے نھیر نی مائے !
منگ دُعاواں فیر نی مائے
فیر کوئی سورج بن کے چمکے
ہووے چانن فیر نی مائے
فیر کوئی جمے پُت قلندر
ہو نہ جائے دیر نی مائے
خورے کد ہوون گے سدھے
قسمت دے ول پھیر نی مائے
کوئی پیا تیر چلاوے تے کوئی
دھاڑے بن کے شیر نی مائے
ساری قوم دا حصہ کھا کے
ہوندے ناہیں سیر نی مائے

(پتن چھناں دا، مطبوعہ 2010ء)

محمد جنید اکرم نے اپنا سارا جیون بابائے پنجابی کے قلمی مسودات اور کتابوں سے محبت کرتے ہوئے اور انھیں پڑھتے اور دنیا بھر میں پھیلاتے گزارا ہے۔ جو شخص جس بڑی ہستی کو اپنے من کی گہرائیوں سے پیار کرتا ہے اور اس کے شب و روز اس کے فکر و فن کے مطالعے میں گزرتے ہیں تو اس کے فکر و فن پر اس سایہ کرتی شخصیت کے اثرات کا مرتب ہو جانا ایک فطری عمل ہے۔ ہم جب ان کے پنجابی شعری مجموعے ''نہ سجناں گنڈھڑی پھول'' میں شاعر کے شعورِ شعر میں پائے جانے والے کافی انگ کو محسوس کرتے ہیں تو ہمیں یوں لگتا ہے جیسے کوئی پیاسی روح اپنے خالق و مالک کے عشق میں مست الست یہ صدائے حرف بلند کرتی سنائی دیتی ہے۔

الف اللہ دی ذات اَمر ہے باقی سب کُجھ فانی
دُنیا سمجھو کھیڈ تماشا ہر شے آنی جانی

نہ سجناں گنڈھڑی پھول (ص ۵۷)

باجھ الف نہ مِلے حیاتی مرن والا مر جاندا
پلا الف دا پھڑیاں مر کے بندہ امر ہو جاندا

ایسے میں ہمیں اس مالک کائنات کی محبت اپنی طرف پکارتی ہوئی محسوس ہوتی ہے جو لافانی ہے اور باقی سب کچھ فانی ہے۔ محبت کے ایسے گیان بھرے سمے میں ہمیں دل دھرتی پر اُس مالک کے نام پہ ہونے والی جل تھل بھی محسوس ہوتی ہے اور ہونٹوں پر عجز و نیاز سے لرزتے جذبے بھی مچلتے نظر آتے ہیں۔ محبت کے مُنھ زور دریا میں ڈبوتے اُبھرتے اور پھر مالک کی عظمتوں کے آگے سر جھکا دینے اور اپنی نفی کے اظہار کے زاویے بھی ملتے ہیں۔ محمد جنید اکرم کی اس کافی میں خاص طور پر یہ بول ہمارے دلوں میں ایک عجب سرشاری کی کیفیت پیدا کر دیتے ہیں۔

ماہی وے میں باندی تیری سَد لے اپنے کول
زار و زار رُووا نہ مینوں ککھاں وانگ نہ رول
ماہی وے مَیں باندی تیری سَد لے اپنے کول

جد دا تیرا مکھڑا ڈِٹھا، دل دا اِکو چا
باجھ تیرے جے جینا ایں سجنا مُک جاون فیر ساہ
تیری چھوکھٹ وچ کھڑی ہاں ہتھیں پھڑ کشکول
ماہی وے مَیں باندی تیری سَد لے اپنے کول

نہ سجناں گنڈھڑی پھول (ص ۵۵)

محمد جنید اکرم نے ماں بولی کی محبت میں جو صوفیانہ لب و لہجے کی حامل شاعری کی ہے بلاشبہ اس مجموعے میں جا بجا اُس کا گہرا پرتو ملتا ہے۔

محمد جنید اکرم کی شاعری میں ہمیں اس کے ایک سچے اور باصفا صوفی ہونے کے رنگ اپنے ہونے کا یقین دلاتے ہیں۔اس کے پاس نظر کا شعور بڑا سچا ہے۔ وہ اپنے اندر تزکیہ کر کے پنجابی صوفیانہ روایت پہ چلنے کی خواہش لیے اپنی نظموں اور غزلوں میں اپنے خیالات کی عکاسی کرتا ہے جیسے کہ اُس کی ایک نظم جس پر پنجابی کافی کا رنگ بڑا گہرا ہے اس کے مطالعے سے گزرتے ہوئے ہمیں ممتاز صوفی شاعر بابا بلھے شاہ کی فکر اور اُس پر عمل کرنے کا حقیقی چلن اپنانے کی تمنا ملتی ہے۔

کئی درہیاں تک من دے اندر ایہو جھکھڑ جھلے
اِکو نقطے دے وِچ کہڑی گل مُکائی بُلھے

نہ سجناں گنڈھڑی پھول (ص ۵۸)

آخر کار فیر آپے آ کے نقطہ یار پڑھایا
اس نقطے دیاں رمزاں کیہ نیں آپے یار سمجھایا

اِس نقطے کی تلاش محمد جنید اکرم کی شاعری کا ایک مرکزی زاویہ نگاہ ہے جو ان کے طرزِ احساس کو جہاں ایک نئی معنوی سمت عطا کرتا ہے وہاں ہم پر یہ راز بھی کھول دیتا ہے کہ "اِکو نقطہ" کیا ہے اور اِکو نقطے وچ گل کنج مکدی اے۔ جبھی تو اس ایک نقطے تک رسائی حاصل کر لینے کے بعد ہمیں اپنے دل کی بات دل سے نکلتی ہوئی محسوس ہوتی ہے اور ہم پر پورا بھید کھل جاتا ہے۔

محمد جنید اکرم کے ہاں ہمیں صوفیانہ رنگِ بصیرت کا ایک جیتا جاگتا رویہ ملتا ہے۔ جب ہم اس کے شعری ایوان سے دُنیا اور اس کے معاملات کے ہجوم میں نیک دل انسانوں کے اندر ہونے والی ٹوٹ پھوٹ کے نوحے اُبھرتے سنتے ہیں تو ہمیں یوں لگتا ہے کہ جنید اکرم صرف اپنے باطن میں گہرا غوطہ لگا کر فقط اندرونی صداقت کی روشنی ہی میں سرگرداں نہیں بلکہ دنیا کے رنگوں کو گہری تنقیدی بصیرت سے دیکھتا پرکھتا اور ہم پہ فانی دنیا کی حقیقت بھی آشکار کرتا دکھائی دیتا ہے۔

دھرتی پیراں تھلیوں کڈھ کے سر چکی انساناں نے
پیریں پے کے جان چھُڈائی آخر کار شیطاناں نے

نہ سجناں گنڈھڑی پھول (ص ۶۳)

ویلے دی کھمن گھیری چوں موت ای جان چھُڈائے گی
خورے کیہ تقدیر اساڈی لکھ چھڈی اسماناں نے

اس کے نزدیک آج کے انسان نے اپنی بے اعتدالیوں کے باعث اپنا سفر کھویا ہی نہیں بلکہ جس مقصد کے باعث اسے تخلیق کیا گیا تھا اُس سے بھٹک کر اپنے ساتھ بھی دھوکا کیا ہے جبھی تو شاعر کا یہ کہنا کتنا بجا لگتا ہے۔

اُجڑیا تیرا باگ وے مالی
اُجڑیا تیرا باگ

سب پکھیرو مٹوک اُڈ گئے
تھاں تھاں دِسن کاگ وے مالی
اُجڑیا تیرا باگ وے مالی
اُجڑیا تیرا باگ

(پتن چھناں دا ص ۹۵)

شاعر کے ہاں اخلاقی قدروں کی شکست و ریخت کا نوحہ اور ان کی بقا کی ترغیب اکثر شعری مقامات پر ملتی ہے۔ شاعر کا نظریہء حیات درسِ اخلاق کی اُس روشنی سے فیض حاصل کرتا ہے جو ہمیشہ سے سچے صوفیا کا چلن رہا ہے۔ شاعر کی پیش کردہ فکری و موضوعاتی پیش کاری کے پس منظر میں ایک خالص دینی سوچ کارفرما ہے جس کا مرکز و محور دنیا کی ہوس میں مبتلا ہونا نہیں بلکہ عقبیٰ کی طلب سے مشروط ہے۔ درسِ اخلاق اور آفاقی سچائیوں کی ترجمانی شاعر کے ہاں ایک واضح شاعرانہ شعور کے جلو میں اپنا اظہار کرتی ہے۔

مندا بولن نالوں چُپ ہی چنگی ہوندی
چنگی گل کر کے جایئے چنگیاں نال رَل

نہ سجناں گنڈھڑی پھول (ص ۸۸)

بی اے تیکر انگلش پڑھدا آیا واں
گل انگریزی دے وچ کرنی آئی نہیں

(پتن چھناں دا، ص ۱۵۵)

دولت دے ورتارے بھاجڑ پا دِتی
نفسی نفسی کردا ہر کوئی دِسدا اے

(پتن چھناں دا، ص ۱۵۸)

جنید اکرم سچ کا راہی ہے اور سچ کی طرف جانے والے راستے پر کھڑا حرفِ صداقت کی منادی کرر ہا ہے۔اُس کے لفظ اُس کے اندر کے سچ کے ''مچ'' کا بھر پور اظہار کرر ہے ہیں۔

میرے سنگ کھلوتا اُچا کیوں جاپے
اوہ جو میرے دِل نوں چنگا لگدا اے
تک تک تیری قدرت ایہو سوچدا جاں
جے توں پلے پے جائیں فِر تو کاہدا رب ؟

(پتن چہناں دا،ص ۱۶۶،۱۶۹)

محنت کی عظمت کا احساس دلاتے ہوئے شاعر نے ہمیں محنت کی عظمت کو پا لینے والوں کے حق میں گواہی دینے کی ترغیب دی ہے۔شاعر کا اِس بات پر ایمان ہے کہ محنت میں عظمت کا راز پانے والے ہی دُنیا میں سرخرو ہوتے ہیں۔یہ اسلام کا ایسا مسلمہ اصول ہے جسے اپنا کر دنیا کی مختلف تہذیبوں نے محنت کشوں کی عظمت کا پرچم بلند کیا ہے جبھی تو وہ لوگ ترقی کی راہ پر چلے اور ہم سے آگے بڑھ گئے اور ہم ایک دوسرے کا حق مارنے والے اوجِ ثریا سے گرگر پستیوں میں جا گرے۔شاید اسی بنا پر ہمارے موجودہ سماج اور سماجی رویوں کی اصلی شکل وصورت مجموعی طور پر اتنی بھیانک ہو چکی ہے کہ اسے دیکھ کر انسانیت کی اُجلی قدریں شرم سے جُھک جُھک جاتی ہیں۔ایسے میں آدمیت کی سچی پاسداری میں رہنے والے جو چند چراغ اس راہ پر روشن ہیں اُن سے اِس بے انصاف سماج کا کچھ بھرم باقی ہے۔شاعر کے ہاں ہمارے معمول کی روز وشب کی ایسی تصویریں جا بجا ملتی ہیں جو ہماری اپنی ہیں۔

دِن چڑھیا تے متھے لگا لہو بھریا اخبار
تھاں تھاں آ وَسے نیں ڈاکو' قاتل' چور چکار
ظاہر ادیس آزاد اساڈا، اصلوں سب غلام
نہ کوئی حکم احکام اساڈے نہ ساڈی سرکار

نہ سجناں گنڈھڑی پھول (ص ۶۱)

لوکو وے میرے چاروں کوٹ ہنیرے
گُھٹ گُھٹ کے دَم نکلے میرا
ہوون کدوں سویرے ؟؟؟
لوکو وے میرے چاروں کوٹ ہنیرے
پتن چہناں دا، ص ۱۰۷

ان شعروں میں شاعر نے ہمیں نہ صرف یہ کہ عصری آشوب کی حامل سلگتی تڑپتی انسانی زندگی اور اُس کی شب و روز کا حال سنایا ہے بلکہ ایک سچے انسان دوست شاعر کی طرح معاشرے کی بدصورتیوں کی نشان دہی کر کے اُن کو حسن میں تبدیل کرنے کی رمزوں کا شعورانہ ادراک بھی عطا کیا ہے۔اسی لیے تو شاعر کے ہونٹوں پہ آنے والا یہ ''ہاڑا'' ہمیں اِن مسائل کا حل سوجھتا ہے۔

ربا وے! کیوں پت جھڑ دے دِن آئے
سب دے کھیتر رُت بہاری
ساڈا مَن مُرجھائے
ربا وے! کیوں پت جھڑ دے دِن آئے
پتن چہناں دا،ص ۸۵

اِن شعروں کی تفہیم کے لمحوں میں قاری یہ محسوس کرتا ہے کہ جیسے زندگی کی ستم کاریوں سے عاجز آیا اِنسان یہ دعا مانگتے ہوئے اپنے رب کے حضور بڑی نیاز مندی سے اپنا سر جھکا رہا ہے۔ اسے یقین کامل ہے کہ اس کا یہ سر جھکانا دھرتی کو جنتِ گم گشتہ کا نمونہ بنا دے گا۔

☆☆☆☆

حواشی

۱۔ یاد رہ جانے والی باتیں، اجمل نیازی (ڈاکٹر) مشمولہ، میں بھول نہیں پایا لاہور بزمِ فقیر پاکستان ۲۰۱۱ صفحہ نمبر ۱۴

۲۔ عشق دے اُدھے ذرے دا طالب ، اغلام مصطفیٰ بسمل مشمولہ، نہ سجناں گنڈھڑی پھول ، لاہور بزمِ فقیر پاکستان ۲۰۱۰ صفحہ نمبر ۲۱

۳۔ تنویر بخاری، مشمولہ، نہ سجناں گنڈھڑی پھول لاہور بزمِ فقیر پاکستان ۲۰۱۰ صفحہ نمبر ۱۱

کتابیات

۱۔ پتن چناں دا، محمد جنید اکرم (شاعری) بزمِ فقیر، پاکستان، لاہور ۲۰۱۰

۲۔ نہ سجناں گنڈھڑی پھول، محمد جنید اکرم (شاعری) بزمِ فقیر، پاکستان، لاہور ۲۰۱۰